ڈاکٹر زبیدہ جان

کشمیر میں حضرت شاہ ہمدانؒ کی تشریف آوری تین بار یا ایک بار

دستیاب مواد کا ایک تحقیقی جائزہ

تواریخ کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ساتویں صدی ہجری کے اختتام پر اسلام وسطی ایشیا سے پھیلتا ہوا کشمیر کی شمال مغربی سرحدوں پکھلی ضلع ھزارہ میں پہنچ چکا تھا اور ۷۸۶ھ مطابق ۱۳۸۴ء میں یہاں اسلامی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں۔ اس بات کی تصدیق ھمیں میر سید علی ھمدانیؒ کے خلیفۂ خاص نور الدین جعفر بدخشیؒ کی تالیف "خلاصۃ المناقب" سے ہو جاتی ہے جسکو انہوں نے ۷۸۷ھ مطابق ۱۳۸۵ء میں حضرت میر سید علی ھمدانیؒ کے وصال کے قریباً تین ماہ بعد خانقاہِ ختلان میں تالیف کرنا شروع کیا تھا۔ یہ کتاب حضرت میر سید علی ھمدانیؒ کے حالاتِ زندگی عبادت و ریاضت اور اُن کی سیاحت پر لکھی گئی ہے۔ جناب نور الدین جعفر بدخشیؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت میر سید علی ھمدانیؒ کشمیر سے واپسی پر کُنیر سوات (کُنار) پہنچے تو وہاں کے بادشاہ ملک خضر شاہ نے اُن سے التجا کی کہ وہ اُن کے علاقے میں چند دن اور قیام کریں تاکہ اس علاقہ کے لوگ آپ سے فیض حاصل کر سکیں۔ چنانچہ حضرت امیرؒ نے ان کی درخواست منظور کر کے وہاں قیام کیا۔ لیکن جب ماہ ذی الحجہ کا آغاز ہوا تو ان کی طبیعت خراب ہوئی اور وہیں پر ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ یعنی ۱۹ جنوری ۱۳۸۴ء کے روز اُن کا وصال ہوا۔

نورالدین جعفر بدخشی ؒ کے اس بیان سے کئی باتیں اخذ ہوتی ہیں اول یہ کہ ۷۸۶ھ سے پہلے سے ضلع ہزارہ میں اسلامی حکومتیں قایم ہوچکی تھیں۔ دویم یہ کہ ضلع ہزارہ کے راستے سے بھی سنٹرل ایشیا کے مبلغ اور تاجر کشمیر میں وارد ہونے لگے تھے۔ چنانچہ ۷۱۸ھ کے قریب سوات کشمیر سے ہی شاہ میر وارد کشمیر ہو گئے تھے ان کے بعد ہی لداخ کے راستے ذوالجو تاتاری بھی اپنی خونخوار فوج کے ساتھ کشمیر پر حملہ آور ہوا تھا۔ اُس نے کشمیر میں قریباً آٹھ ماہ تک قتل و غارت گری کا بازار گرم رکھا۔ اس حادثہ میں کشمیر کی بیشتر آبادی ختم ہوگئی بڈشاہی دور کے سرکاری مورخ جون راج نے لکھا ہے کہ اسی عرصہ کے دوران ذوالجو تاتاری نے کشمیر کے بے شمار مندروں، وہاروں اور بتوں کو توڑ دیا تھا۔

جون راج نے ہی اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ کشمیر کا آخری ھندو بادشاہ سہدیو اُسی دوران ذوالجو کے خوف سے کشتواڑ بھاگ گیا تھا۔ البتہ سہدیو کے سپہ سالار رام چندر رینہ نے گگنہ گیر (لار) کے قلعہ میں پناہ لی تھی وہاں پر ہی رینچو نے موقعہ پاکر سہدیو کے سپہ سالار رام چندر رینہ کو قتل کردیا تو ۷۲۰ھ مطابق ۱۳۲۰ء میں وہ کشمیر کا بادشاہ بن گیا۔ اس کے عہد میں ۱۳۲۰ء کے قریب حضرت سید شرف الدین عبدالرحمٰن (بلبل شاہ ؒ) ترکستان سے آکر کشمیر میں داخل ہوئے۔ اُن کے اثر سے ہی رینچو رینچن شاہ کے نام سے دائرہ اسلام میں آیا۔

رینچن شاہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد نہ صرف وہ سلطان صدرالدین رینچن شاہ کہلایا بلکہ اس کے بیشتر امرأ اور اراکین حکومت نے بھی جن میں رام چندر رینہ کا لڑکا راون رینہ بھی شامل تھا، نے اسلام قبول کیا۔ اس طرح کسی قتل وخون کے بغیر کشمیر میں پھیلے ہوئے اسلام کو اب شاہی پرستی بھی حاصل ہوگئی۔ سلطان رینچن شاہ کے پیرو مرشد جناب سید شرف الدین (بلبل شاہ ؒ) کی سعی بلیغ سے کشمیر میں اسلام کا رنگ زندگی کے ہر شعبے پر چڑھنے لگا البتہ ان دونوں کے وصال کے بعد کشمیر میں اشاعتِ اسلام میں سستی آگئی جس کے لیے اسلام

پھیلانے والے مبلغوں کی کمی بھی ذمہ دار تھی۔ پھر جب ۷۳۹ھ مطابق ۱۳۳۹ء میں شاہ میر (سلطان شمس الدین) کشمیر کا بادشاہ بن گیا اور اس نے ترکستان کے بادشاہوں کے ساتھ روابط بڑھائے تو دیگر مبلغوں کی آمد سے وادی میں اسلام کی اشاعت کو تقویت ملنے لگی۔ ان بہت سے اولین مبلغین اسلام کے کشمیر پہنچنے کے بیشتر حالات ہمیں معلوم نہیں، کیونکہ اس عہد میں کشمیر میں لکھی گئی کوئی تاریخ اب تک ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی ہے اور نہ ہی اس عہد میں کسی تاریخ کی تالیف ہونے کا پتہ ملتا ہے۔ جب ۷۸۵ھ مطابق ۱۳۸۳ء سلطان قطب الدین کے عہد میں جناب میر سید علی ھمدانی کشمیر تشریف لائے تو انہوں نے سلطان قطب الدین کے سرکاری مسافر خانہ واقع موجودہ علاؤالدین پورہ میں قیام کیا۔ اس سرکاری مسافر خانہ کے پاس ہی جنوب میں ایک بدھ وہار تھا جس میں ایک با اثر بدھ راہب اپنے پیرو کاروں کے ساتھ مقیم تھا اس بدھ راہب کا حضرت میر سید علی ھمدانی سے بحث و مباحثہ ہوا۔ آخر کار وہ راہب اپنے پیرو کاروں کی جماعت سمیت میر سید علی ھمدانیؒ کی موثر تبلیغ سے دائرہ اسلام میں آگیا۔ اس با اثر بدھ راہب کے اسلام قبول کرنے سے یہاں کے اکثر بدھ مذہب کے پیرو کار بغیر کسی جبر و اکراہ کے اجتماعی طور پر مذہب اسلام سے منسلک ہو گئے۔

حضرت میر سید علی ھمدانیؒ کے بالواسطہ مرید جناب بابا حیدر ریدخشیؒ جنہوں نے تذکرہ "منقبت الجواہر" ۸۳۸ھ میں تالیف کرنا شروع کیا اور ۸۴۴ھ میں اسے مکمل کیا۔ انہوں نے اس میں حضرت میر سید علی ھمدانی کے حالاتِ زندگی، ریاضات اور سیاحت کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے جناب بابا حیدر ریدخشی نے اس تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب میر سید علی ھمدانی کشمیر تشریف لائے تو سلطان قطب الدین بادشاہِ کشمیر نے اُن کی کشمیر میں تشریف آوری کی تاریخ اس طرح نظم کی ہے ؎

چو آمد آں شہِ ملکِ ولایت ؎ گرفت کشمیر از اسلام رایت

بگفتند از کہ یافتہ تربیت این ملک ؎ بگفت از آں شاہِ ہدایت

۸+۵۱+۳۰۶+۴۲۰ = ۷۸۵ھ

وہ مزید لکھتے ہیں کہ جب جناب میر سید علی ہمدانی نے سلطان قطب الدین کو شرف مریدی بخشا، تو اس نے ان کی تعریف میں یہ منقبت بھی کہی ؎

جانم فدا بر قدمِ خاکِ تو یادا یا امیرؒ
روحم فدا بر شرفِ نامِ تو یادا یا امیرؒ
از آمدنت مشرفِ اسلام گشتہ ام دو
جسم فدائی آمدن تو یادا یا امیرؒ
خواہم کہ روزِ حشر شفاعت مرا کنید
ہر چار عنصر فدای اسم تو یادا یا امیرؒ
قطبی اگرچہ کرد گناہان زحد و عدد
آخر مرا نصیبِ شفاعت تو یادا یا امیرؒ

بابا حیدر بدخشیؒ کی درج کردہ میر سید علی ہمدانیؒ کی کشمیر میں تشریف آوری کی تاریخ جو خود سلطان قطب الدین بادشاہِ کشمیر نے کہی ہے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت میر سید علی ہمدانی ۷۸۵ھ مطابق ۱۳۸۳ء میں بھی ایک بار کشمیر آئے ہیں، دوسرے یہ کہ ۷۸۵ھ میں سلطان قطب الدین کشمیر کا بادشاہ تھا، لگتا ہے کہ وہ قطب کے علاوہ قطبی بھی تخلص کرتا تھا۔ یہ بات بحث طلب ہے کہ اس کا پوتا سلطان زین العابدین جو ۸۲۳ھ میں کشمیر کا بادشاہ بن گیا تھا۔ بعض فارسی مورخین نے لکھا ہے کہ وہ اپنے دادا سلطان قطب الدین کی نسبت کے تحت قطبی تخلص کرتا تھا۔ یہ بات اس لیے بھی بحث طلب ہے کہ زین العابدین کے دونوں سرکاری سنسکرت مورخین جون راج اور شری ور نے اپنی تاریخ میں ایسا نہیں لکھا ہے کہ سلطان زین العابدین قطبی تخلص کرتا تھا۔[۱]

---

[۱] اس بات کا انکشاف میری اطلاع کے مطابق ریسرچ لائبریری کشمیر یونیورسٹی کے اسکالر اور محقق غلام رسول بٹ صاحب سولنہ نے کیا ہے۔

حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کی کشمیر میں آمد کی تاریخ جو میر سید محمد ہمدانیؒ کے مرید جناب سید محمد خاوریؒ نے نظم کی ہے، کشمیر کے اکثر مورخین نے اس کا حوالہ جن الفاظ پر مشتمل ہے دیا ہے:۔

میر سید علیؒ شہِ ہمدان
سیر اقلیم سبعہ کردہ نکو

(میر سید علیؒ جن کو یہاں کے لوگ شاہِ ہمدان کہتے ہیں انہوں نے اچھی طرح سے سات اقلیم پر مشتمل عالمِ اسلام کی سیر کی)

شد مشرف زمقدس کشمیرو
اہل آں شہر ازو ہدایت جو

(اُن کے ہی قدموں سے کشمیر کو عزت حاصل ہوگئی۔ اس لیے اس شہر کے لوگ اُن سے ہی پوری ہدایت پا سکے ہیں)

سالِ تاریخ مقدم اورا
گفت از "مقدم شریف بجو"
۷۸۵ھ

(اُن کا کشمیر میں قدم رکھنے کا سالِ تاریخ "مقدم شریف بجو" سے حاصل کریں)

"مقدم شریف بجو" کے حروف کی قیمت بحساب ابجد ۷۸۵ھ ہے یعنی میر سید علی ہمدانیؒ ۷۸۵ھ میں کشمیر آئے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس شعر کی رو سے یعنی سید محمد خاوری کی نظم کی ہوئی تاریخ کی رو سے حضرت میر سید علی ہمدانی کی کشمیر میں تشریف آوری سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ جناب امیر کبیرؒ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں دنیا کی ۲۱ سالہ سیاحت کے اختتام پر ایک ہی بار کشمیر تشریف لائے تھے۔ البتہ بیشتر مورخین اُن کے تین بار کشمیر آنے کو ہی نتیجہ خیز جانتے

ہیں۔

مزید برآں حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کے مرید خاص جناب نورالدین جعفر بدخشیؒ نے اپنی تالیف "خلاصۃ المناقب" میں جو انہوں نے ۷۸۷ھ میں خانقاہِ ختلان میں مکمل کی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ جناب سیادت میر سید علی ہمدانیؒ کو جب ماوراء النہر میں بہت سارے تکالیف سے دوچار ہونا پڑا تو وہ کشمیر کی طرف چلے گئے مگر اُن کے کشمیر جانے کے بعد اُن کے عزیز و اقارب قیامت تک اُن کے دیدار کے منتظر رہیں۔ عبادت ملاحظہ ہو:

"و اما ابتلاء شدید و بلاءِ مدید کہ در دیار ماوراء النہر بآنجناب رسید تا بحدی کہ بآں سبب جلاء وطن درزید و عنان براق سیادت را بکشمیر کشید و اہلِ بیت شریف کہ بودند احباب آنجناب و احیاء و اخلاء منتظر لقاءِ مبارکش گشتند تا روزِ حساب"۔[۱]

حضرت نورالدین جعفر بدخشیؒ کے مندرجہ بالا واضح بیان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت میر سید علی ہمدانی اپنی زندگی کے آخری ایام میں واردِ کشمیر ہوئے ہیں اور پھر یہاں سے واپسی پر راستہ میں اُن کا وصال کُنار (کُنیر سواد) میں ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۳۸۴ء کو ہوا ہے۔

کشمیر میں فارسی زبان میں لکھی گئی اولین دستیاب تاریخ "تاریخِ کشمیر" سید علی بن سید محمد کشمیری کی ہے۔ اُس نے یہ تاریخ سلطان یوسف شاہ چک کے پہلی بار کشمیر کا سلطان بننے پر ۹۸۷ھ مطابق ۱۵۷۹ء میں تالیف کی ہے۔ مذکورہ مورخ میر سید علی کا تعلق بھی ہمدانی خاندان سے تھا۔ ان کے جدِ اعلیٰ سید تاج الدین ہمدانی ہیں جن کا مقبرہ شہام پورہ سرینگر میں ہے۔ اُن کے والد سید محمد کشمیری سلطان محمد شاہ کے عہد میں خانقاہِ معلیٰ کے متولی تھے وہ بھی صاحب تصنیف تھے انہوں نے "تحفۃ المجالس" کے نام سے ایک منظوم کتاب ۹۴۹ھ میں فارسی

[۱] خلاصۃ المناقب۔ صفحہ نمبر ۱۲۹، ایکسیشن نمبر ۶۵۸

زبان میں دینیات پر لکھی ہے۔ اس میں انھوں نے اپنے جدِ اعلیٰ سید حسن بہادر بن سید تاج الدین ھمدانی کا مقبرہ شہام پورہ سرینگر میں بتایا ہے۔ سید علی بن سید محمد کشمیری نے میر سید علی ھمدانی کی کشمیر میں تشریف آوری ۷۸۶-۷۸۵ھ میں صرف ایک بار لکھی ہے۔ وہ پہلا مورخ ہے جنہوں نے لکھا ہے کہ کنیر سوادِ (کُنار) میں جب حضرت میر سید علی ھمدانی کا وصال ہوا تو اُن کی نعش مبارک کنیر سواد میں زیرِ زمین امانت رکھی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں اس تاریخ کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"......قوام الدین بدخشیؒ علیہ الرحمہ تنہا آمدہ تابوت پاسکین را برداشتہ
یاران ہر طرف رافشان شدہ از منازعت اجتناب کردند، باوجود آن
برای تسکین خاطر مردم قرار چنین یافت کہ نعش مبارک با تابوت
درھمین سرزمین امانت بگذاریم۔ آخرالامر برای تسلی مردم ہر طرف ایشان
را در آنجا امانت گذاشتند[1]

کشمیر کی جن تاریخوں اور تذکروں کے مطالعہ سے اس بات کی وکالت کی جاتی ہے کہ حضرت میر سید علی ھمدانی کی کشمیر میں آمد صرف ایک بار تسلیم کی جانی چاہیئے ان میں یہ سب شامل ہیں۔ تاریخ کشمیر سید علی۔ تاریخ رشیدی مرزا حیدر دوغلت۔ تاریخ ھادی عبدالصبور، بہارستان شاھی طاہر۔ تاریخ کشمیر حیدر ملک چاڈورہ۔ منتخب التواریخ نارائن کول عاجز۔ گوہر عالم حاجی محمد اسلم منعمی۔ تذکرۂ اسرار الابرار بابا داؤد مشکواتی۔ تذکرۂ فتحاب الکبرویہ عبدالوہاب نوری۔ تحفتہ الاحباب والد مورخ بہارستان شاہی۔ باغ سلیمان سعداللہ شاہ آبادی۔ خلاصتہ التواریخ مرزا سیف الدین۔ نوادر الاخبار احمد بن عبدالصبور غافل۔ تاریخ فرشتہ قاسم شاہ ھندو۔ تذکرۂ منقبت الجواہر بابا حیدر بدخشی۔ تاریخ حسن بیگ خاکی شیرازی، ہفت اقلیم محمد امین رازی۔ آئین اکبری ابوالفضل۔ ریاض الشعرا والہ داغستانی۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام نفحات الانس، مولانا عبدالرحمان جامی اور خلاصتہ المناقب نورالدین جعفر بدخشی اس کے علاوہ

---

[1] تاریخ کشمیر — از سید علی — فولیو نمبر ۹ — ایکسیشن نمبر ۳۹۷

خانقاہ معلی میں محفوظ وثیقہ نامہ اور وقف نامہ کے مطالعہ سے بھی حضرت میر سید علی ہمدانی کی کشمیر میں آمد صرف ایک بار واضح ہوتی ہے۔

البتہ ان کے برعکس مؤرخ کشمیر خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے اپنی تاریخ "واقعات کشمیر" جو انہوں نے سنہ ۱۱۴۸ـ۶۳ھ کے قریب تالیف کی ہے میں حضرت میر سید علی ہمدانی کی کشمیر تین مرتبہ آنے کی توثیق کی ہے۔ انہوں نے سید محمد قادری کی حضرت امیر کی کشمیر میں نظم کی ہوئی تاریخ تشریف آوری کے اس آخری شعر "از مقدم شریف بجو" میں صرف "مقدم شریف" کے حرف میں مضمر سمجھا ہے۔ "مقدم شریف" کے حروف کی قیمت بحساب ابجد ۷۷۴ھ بنتی ہے یعنی پہلی بار ۷۷۴ھ میں کشمیر آئے ہیں خواجہ اعظم کے مطابق حضرت امیرؒ آخری بار ۷۸۶ھ میں کشمیر آئے اور واپس تشریف لے جاتے ہوئے انتقال فرما گئے۔ یہ کہنا درست نہیں کہ حضرت امیر کا کشمیر میں ۱۲ سال تک قیام رہا ہے۔ البتہ وہ اس دوران عالم اسلام کا گشت کرتے رہے ہیں۔ خواجہ اعظم مورخ کشمیر نے "واقعات کشمیر" میں اس بات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"در تواریخ قدیمہ قدوم مبارک آنحضرت (میر سید علی ہمدانی) را در ہفت صد و ہشتاد و یک [۷۸۱] و مراجعت در ہشتاد و شش نوشتہ اند۔ اما کسے قایل نیست بآین کہ آنجنابؒ پنج و شش سال در کشمیر توقف کردہ باشند۔ پس عقل حکم می کند بہ تعدد قدوم چنانچہ مشہور است کہ سہ سال این بلدہ را از مقدام مبارک مشرف کردند۔ سیر سہ یارہ ربع مسکون آن حضرت مؤید این معنی است۔ قاضی ابراہیم ولد حمید الدین کہ قریب آن عہد بودؒ در تاریخ خود این معنی را نوشتہ" لہ

مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ خواجہ اعظم کے پیش نظر اس معاملے میں قاضی ابراہیم کی تاریخ رہی ہے۔ چنانچہ درج ہے کہ قاضی ابراہیم مورخ نے لکھا ہے کہ حضرت امیرؒ نے

لہ واقعات کشمیر۔ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری ـــ صفحہ نمبر ۳۶

Scanned with OKEN Scanner

تین بار ربع مسکون کی سیاحت کی ہے اس لیے لازماً وہ تین بار کشمیر بھی آئے۔ یہ بات محل نظر ہے کہ قاضی ابراہیم کی تاریخ مورخ سید علی کے زیر مطالعہ بھی رہی ہے۔ حالانکہ مورخ سید علی نے اپنی تاریخ میں قاضی ابراہیم کی تاریخ سے لیے گئے چند حوالہ جات کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سید علی کی تاریخ خواجہ محمد اعظم کے زیر نظر بھی رہی ہے اور انہوں نے اس سے بھی استفادہ کیا ہے لیکن اس بات کی پذیرائی نہیں کی ہے کہ مورخ سید علی نے حضرت امیرؒ کی کشمیر میں تشریف آوری صرف ایک بار کیوں لکھی ہے۔ سید محمد خاوری کے شعر میں "از" حروف جا رہے از "مقدم شریف بجو" کے حساب سے لازماً باہر رکھے گئے اس حرف کو الگ سمجھنا دراصل خاص تنقیدی شعور کا تقاضا کرتا ہے گویا "از" کو حساب میں شامل کرنا بچگانہ فعل ہے۔

ضمناً یہ بات بھی نظر میں رہنی چاہیے کہ کشمیر کی اولین دستیاب تاریخ کلہن پنڈت نے سنسکرت زبان میں راجہ جے سنگھ کے ۵۰-۱۱۴۹ء میں مکمل کی ہے۔ اس کے بعد سلطان بڈشاہ کے عہد ۱۴۲۰ء تک کسی تاریخ کے تالیف ہونے کا پتہ نہیں ملتا ہے۔ اس طرح کلہن پنڈت کے بعد سلطان بڈشاہ کے عہد تک قریباً پونے تین سو سال تک کشمیر میں تاریخ لکھنے کا سلسلہ معطل رہا ہے۔ سلطان بڈشاہ نے اپنے عہد میں کشمیر کی تاریخ قلمبند کروانے کا سلسلہ پھر سے شروع کیا تھا۔ اس کے حصول کے لیے انہوں نے پنڈت جون راج کو کلہن پنڈت کے زمانے کے بعد کی تاریخ لکھنے پر متعین کیا۔ چنانچہ جون راج نے سنسکرت زبان میں "زینہ ترنگنی" نام کی کشمیر کی تاریخ ۱۴۵۹ء تک لکھی ہے۔ اس کی وفات کے بعد بڈشاہ نے اس کے شاگرد شری ورکو سنسکرت زبان میں تاریخ تالیف کرنے کے کام پر متعین کیا شری ور نے اپنی تاریخ "زینہ راج ترنگنی" سلطان فتح شاہ کے عہد ۱۴۸۶ء میں بڈشاہ کی وفات کے قریباً اٹھارہ سال کے بعد مکمل کی ہے۔ ان دونوں سنسکرت مورخین کی تواریخ بڈشاہ کی نظر سے نہیں گذری ہیں کیونکہ بڈشاہ سنسکرت زبان اور شاردا رسم خط سے واقف نہیں تھا۔ اس کا بین

ثبوت یہ ہے کہ مورخ جون راج نے "زینہ ترنگنی" میں بڈشاہ کے والد سلطان سکندر کو ظالم، سیاہ دل اور بُت شکن لکھا ہے۔ اگر سرکاری سنسکرت مورخ جون راج کی یہ "زینہ ترنگنی" بڈشاہ کی نظر سے گذری ہوتی تو اس میں سلطان سکندر کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ نہ ہوتا کیا مطلق العنان شاہنشاہ کے زمانے میں لکھوائی گئی تاریخ میں یہ سب کچھ ہوتا؟ اُس نے کشمیر میں حضرت بلبل شاہ کی آمد اور اُس کے اثر سے رینچن شاہ کے قبولِ اسلام، حضرت میر سید علی ھمدانی کی کشمیر میں آمد اور اس کے اثر سے علاؤالدین پورہ میں واقع بدھ وہار کے بدھ راہب کے اپنے پیروکاروں سمیت قبول اسلام کے واقعہ، خانقاہ معلیٰ کی تعمیر، بڈشاہ کے عہد کے مسلمان اُمرا، مشہور سپہ سالار، مشائخ اور علماء کشمیر للہ عارفہ اور شیخ العالمؒ وغیرہ کے بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ اِن دونوں سنسکرت مورخین (جون راج اور شری ور) نے جو کشمیر میں اشاعت اسلام کے زمانے سے قریب کا تعلق رکھتے تھے، اس بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ جون راج کے برعکس اس کے شاگرد شری ور نے اپنی تاریخ "زینہ راج ترنگنی" میں سلطان سکندر پر بتوں کو توڑنے کا کوئی الزام نہیں لگایا ہے اور نہ ہی سلطان سکندر کو بُت شکن لکھا ہے

حضرت شاہ ھمدانؒ کی کشمیر میں تشریف آوری ایک بار نک محدود سمجھنے والے جہاں "از" حرف کو حساب میں شامل کرنے کا ارتکاب کرتے ہیں وہاں وہ کرامات میں لپٹے تذکروں کو تاریخوں کا درجہ دینے کا ارتکاب بھی کرتے ہیں مثلاً وہ حضرت امیرؒ کے مرید خاص نورالدین جعفر بدخشیؒ کے تذکرہ "خلاصتہ المناقب" اور بالواسطہ مرید حضرت بابا حیدر بدخشیؒ کے تذکرہ "منقبت الجواہر" اور فارسی زبان میں لکھی گئی کشمیر کی اولین دستیاب تاریخ سید علی کشمیری بن سید محمد کشمیری جو حضرت میر سید علی ھمدانی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے کے مطالعہ سے اس بات کی وکالت کرتے ہیں کہ حضرت امیرؒ صرف ایک بار ۷۸۵ھ مطابق ۱۳۸۳ء میں کشمیر تشریف لائے

ہیں اور یہاں قریباً دس مہینے تک تبلیغ کرنے کے بعد کشمیر سے مراجعت کر گئے ہیں واپس
جاتے ہوئے کنیر سوات (کنارم) پہنچ کر ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۳۸۴ء کو ان کا انتقال ہو
جاتا ہے۔ مورخ سید علی کشمیری کے لکھنے کے مطابق ان کی نعش مبارک کنیر سوات میں زیر زمین
امانت رکھی گئی تھی۔ تواریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نعش مبارک کو تقریباً پانچ
ماہ دس دن کنیر سوات (کنارم) میں زیر زمین امانتاً رکھ کر ۲۶ جون ۱۳۸۵ء کو کنیر سوات سے نو دن کی
مسافت طے کر کے ۲۵ جمادی الاول ۷۸۷ھ مطابق ۴ جولائی ۱۳۸۵ء کو ختلان پہنچائی گئی۔ کنیر
سوات میں نعش مبارک کے ہمراہ سفر کرنے والوں میں حضرت نورالدین جعفر بدخشی بھی تھے، ان
کا کہنا ہے کہ انہوں نے حضرت میر سید علی ہمدانی کی نعش مبارک کے صندوق اور تابوت
شریف کو دیکھا تھا۔ کنیر سوات میں جہاں حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کی نعش مبارک کو زیر زمین
امانت رکھا گیا تھا۔ اس کے بارے میں ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ اپنی تالیف "تزک بابری"
(فارسی ترجمہ عبدالرحیم خان خانان) میں لکھتا ہے کہ اس جگہ ایک خانقاہ تعمیر کی گئی ہے۔
جب میں نے (بابر نے) ۹۲۰ھ میں "چغان سرائے" پر قبضہ کیا تو اس وقت میں نے اس خانقاہ
کا طواف کیا۔ "تزک بابری" سے اقتباس اس سلسلے میں ملاحظہ ہو:

"کونر در شرق میر سید علی ہمدانیؒ سیاحت نمودہ واز کونر (کنارم) یک شرعی بلند تر نقل
کردند و مریدان از بنجا بہ ختلان بردہ اند و بقعہ ای وی بر پا شدہ کہ در ہنگام تصرف "چغان سرائی"
در سال ۹۲۰ھ در آن طواف کردم"۔

حضرت میر سید علی ہمدانی جب سال ۷۸۵ھ میں موسم خزاں کے قریب وارد کشمیر
ہوئے تھے تو انہوں نے سردی کا موسم سرینگر میں ہی گذارا تھا۔ مورخ سید علی نے اپنی تاریخ میں بحوالہ
قاضی ابراہیم لکھا ہے کہ حضرت میر سید علی ہمدانی نے کشمیر میں دو چلوں تک قیام کیا اور بعض
مورخین نے چھ مہینے تک لکھا ہے۔ قاضی ابراہیم جو بقول مورخ سید علی کشمیری، میرزا حیدر

دوغلت کے عہد میں کشمیر کے قاضی تھے گویا قاضی ابراہیم اور مورخ سید علی قریب قریب ایک ہی عہد سے تعلق رکھتے تھے۔ میرزا حیدر کے قتل ہونے کے بعد اس کی نعش کو مورخ سید علی کے والد سید محمد کشمیری نے مزار سلاطین زینہ کدل سری نگر میں دفن کیا۔ قاضی ابراہیم بن قاضی حمیدالدین کی تاریخ فی زمانہ مفقود ہے۔ جناب میر سید علی ہمدانیؒ سلطان قطب الدین اور اس کے ارکانِ دولت وغیرہ نماز خمسہ ادا کرتے تھے۔ اس مسافر خانہ کے پاس ہی جنوب میں بدھ وہار تھا جس میں ایک بدھ راہب اپنے پیروکاروں کے ساتھ رہتا تھا جو حضرت میر سید علی ہمدانی کے اثر سے اپنے پیروکاروں سمیت مشرف بہ اسلام ہوا۔ اس کی قبر بدھ وہار کی جگہ پر واقع قبرستان میں ہے۔ بدھ وہار کا نشان اس قبرستان کے دروازے کے پاس ہی واقع مشرق میں تاحال موجود ہے۔ اس بدھ وہار کے پتھر دریائے جہلم کے دائیں کنارے بند میں متصل خانقاہ معلی لگائے گئے ہیں۔ مسافر خانہ کی جگہ پر قائم شدہ صفہ پر بعد میں حضرت میر سید علی ہمدانی کے فرزندِ ارجمند جناب میر محمد ہمدانی نے خانقاہ تعمیر کی جو خانقاہ معلی کے نام سے مشہور ہے۔

بہر حال کشمیر کے بیشتر مقالہ نگاروں اور مورخین نے اکثر لکھا ہے اور لکھتے رہتے ہیں کہ حضرت میر سید علی ہمدانیؒ "مقدم شریف" کے حروف کی قیمت بحساب ابجد ۷۷۴ھ میں پہلی بار سلطان شہاب الدین کے عہد میں کشمیر میں تشریف لائے ہیں لیکن سنسکرت تواریخوں کی اعتباریت پر سوالیہ نشانات لگانے کے باوجود کئی لوگوں نے دو باتوں پر خاص زور دیا ہے اول یہ کہ اس بارے میں اس عہد کے ہم عصر مورخ پنڈت جون راج تھے، اس نے اپنی تاریخ "زینہ راج ترنگنی" میں سلطان شہاب الدین کی وفات ۴ اجیٹھ ۷۷۴ھ لکھی ہے۔ اس کی تاریخ کے مترجم جوگیش چندر دتہ نے انگریزی زبان میں اس کی وفات کا ذکر اس طرح کیا ہے:

"On the fourteenth lunar day of the bright moon of the month of Jaistha in the year 4449, he cheered celestial beauties by his embraces."

یعنی سلطان شہاب الدین ۱۴ جیٹھ ۷۷۴ھ مطابق ۱۳۷۳ء مطابق ۴۴۴۹ لوکک سال میں فوت ہوا۔

(زینہ راج ترنگنی مترجم جوگیش چندر دتہ صفحہ ۴۸)

غور طلب بات ہے کہ بقول ہم عصر مورخ جون راج کہ سلطان شہاب الدین ۱۴ جیٹھ سال ۴۴۴۹ لوکک (مطابق ۱۴ جیٹھ مطابق قریباً ۲۶ مئی ۱۳۷۳ء میں فوت ہوا۔ اس وقت کشمیر میں سردی کا موسم اختتام کے قریب ہوتا ہے۔ اُن دنوں کشمیر کے پہاڑی راستے ناقابل گذر ہوتے ہیں۔ نتیجہ کے طور پر ان دنوں یعنی ۷۷۴ھ میں میر سید علی ھمدانی کس طرح کشمیر آسکتے تھے؟ کیونکہ اس موسم میں بھی پہاڑوں سے عبور کرنا ناممکن ہوتا ہے اور یہ وقت نئے مسائل کی ابتداء ہوتی ہے۔ اب اگر ہم اس بات کو تسلیم کریں کہ حضرت میر سید علی ھمدانی ان دنوں کشمیر تشریف لائے ہونگے تو وہ سلطان شہاب الدین بادشاہ کشمیر کے ساتھ کس طرح ملاقات کر سکتے تھے جبکہ ۱۴ جیٹھ کی تاریخ پر وہ فوت ہو گئے[ل] ویسے اس تاریخ وفات پر

ل۔ یہ سوال مذکورہ غلام رسول بٹ صاحب سکالر محکمہ ریسرچ نے اپنے ایک مقالہ میں کیا ہے حالانکہ سب متفق ہیں کہ حضرت شاہِ ھمدان نے ربع مسکون یعنی اُس وقت کی مسلم دنیا میں تین تبلیغی دورے کئے تو اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے باغ کی آبیاری کرنے کے لیے وہ تین بار یہاں کیوں تشریف نہ لاتے۔

اختلاف مثلاً ڈاکٹر صوفی محی الدین نے تحقیق کے بعد سلطان شہاب الدین کا سالِ وفات

نوٹ: خواتین و حضرات ایسے موضوع پر اظہار کرنا ایک طرح سے میری جسارت ہے اگرچہ مجھے ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر کشمیر کی اولین دستیاب تواریخوں پر خصوصاً میرزا حیدر دوغلت کی تاریخ رشیدی اور سید علی کی تاریخ کشمیر پر کچھ کام کرنے کا موقع ملا ہے پھر بھی مجھے تاریخی مہارت ہونے کا دعویٰ نہیں۔ اس لحاظ سے میں نے تین بار یا ایک بار کی تشریف آوری پر یہ مواد پیش کر کے آپ کو دعوت فکر دی ہے۔ شکریہ

★

Scanned with OKEN Scanner